Chapter-5

باب پنجم:

عصمت کے معاصرین افسانہ نگاروں میں عورت کا تصور:

۱۔ منٹو

۲۔ راجندر سنگھ بیدی

۳۔ کرشن چندر اور دیگر افسانہ نگار

باب پنجم:

عصمت کے معاصرین افسانہ نگاروں میں عورت کا تصور:

منٹو :

سعادت حسن منٹو اردو ادب کا ایک بدنام افسانہ نگار ہیں۔ وہ جتنا مشہور ہوا اتنا ہی بدنام بھی ہوا۔ ۱۱رمئی ۱۹۱۲ء کو سمرالہ گاؤں جولدھیانہ سے بائیس میل دور چندی گڑھ (پنجاب) میں منٹو کی ولادت ہوئی۔ ۱۸رجنوری ۱۹۵۵ء کولاہور میں منٹو نے اس فانی دنیا کو خیرباد کہہ دیا۔ صرف بیالیس سال آٹھ ماہ اور چار دن کی مختصر سی زندگی میں منٹو نے اُردو فکشن کو نہ جانے کتنے لازوال افسانے اور کردار عطاکر دیئے۔ افسانہ نگاری کے علاوہ دوسری اصناف میں بھی منٹو نے طبع آزمائی کی۔ ریڈیو کے لئے ڈرامے لکھے۔ فلموں کی کہانیاں لکھیں۔ خاکے اور طنزیہ و مزاحیہ مضامین بھی لکھے۔ اتنی مختصر مدّت میں خوشی، دکھ، پریشانی، رنج و غم جیسے عملی زندگی میں کئی نشیب و فراز دیکھے۔ منٹو مزاجاً جلد باز آدمی تھا۔ تخلیق فن میں جلدبازی کام آگئی۔ کیونکہ تخلیق کا لاوا جو اسکی رگوں میں دوڑ رہا تھا اُسے اس نے اتنے کم وقت میں اُگل دیا۔

منٹو کے کچھ افسانوں پر فحاشی کا الزام لگایا گیا۔ تو کچھ نے اسکے سر پر انسان دوستی کا تاج پہنایا۔ منٹو کا آبائی خاندان اٹھارویں صدی کے آخرمیں کشمیر سے ہجرت کرکے پنجاب آیا۔ منٹو کے والد مولوی غلام حسین تعلیم یافتہ تھے۔ اور کسی سرکاری عہدے پرمتعین تھے۔ منٹوکے والد کشمیریوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ منٹو کو بھی کشمیری ہونے پر فخر تھا۔

منٹو کے بچپن کے حالات نیز اسکول کی تعلیم کے زمانے کے متعلق بہت تفصیلات نہیں ملتی۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنی شرارتوں سے مسلم ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر خواجہ محمد جان کو بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ منٹو کو کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اکثر خود کو ہیڈ ماسٹر صاحب کا بیٹا ظاہر کرکے کتب فروشوں سے کتابیں ادھار لیا کرتے اور پڑھنے کے بعد انہیں سیکنڈ ہینڈ کتابوں کے طور پر بیچ دیتے اور اس پیسے سے سگریٹ خرید لیتے۔ منٹو کی عمر ۱۹۳۲ء میں قریب بائیس سال کی ہوگی تب اسے اپنے سے عمر میں کافی بڑے نوجوانوں سے دوستی ہوگئی۔ جو بھنگ، سگریٹ، شراب اور چرس کے عادی تھے۔ دو دفعہ ایف. اے میں فیل ہونے کے بعد منٹو کا دل پڑھائی سے اچاٹ ہوگیا۔ جوئے میں دلچسپی دن بدن بڑھتی جارہی تھی۔ آوارگی کے اس زمانے میں طبیعت ہروقت اچاٹ رہتی تھی۔ منٹو اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :

''ایک عجیب قسم کی کھدبد ہر وقت دل و دماغ میں ہوتی رہتی ہے۔ تکیوں میں جاتا تھا۔ قبرستانوں میں گھومتا تھا۔ جلیان والا باغ میں گھنٹوں کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھکر انقلاب کے خواب دیکھتا۔ اسکول جاتی لڑکیوں کو دیکھ کرکسی ایک کے ساتھ عشق لڑانے کے منصوبے تیار کرتا۔ بم بنانے کے نسخے تلاش کرتا۔ بڑے بڑے گویّوں کے گانے سنتا اور کلاسیکی موسیقی کو سمجھنے کے لئے پیچ و تاب کھاتا۔ اس زمانہ میں شعر کہنے کی بھی کوشش کی۔ دوستوں کے ساتھ مل کر چرس کے سگریٹ پیے۔ کوکین کھائی، شراب پی مگر جی کی بے کلی دور نہ ہوئی'' (۱)

---

(۱) سعادت حسن منٹو : ہندوستانی ادب کے معمار۔ وارث علوی ص ۱۴
ساہتیہ اکادمی نئی دہلی ۲۰۰۴ء

زندگی کے اس بے چین لمحوں میں انقلاب لانے کیلئے باری صاحب کی آمد منٹو کے لئے چین و سکون بن کر آئی۔ منٹو پورے خلوص دل سےاس بات کا اعتراف کرتاہے :

''آج کل میں جو کچھ بھی ہوں اسکو بنانے میں سب سے پہلا ہاتھ باری صاحب کا ہے، اگر امرت سر میں ان سے ملاقات نہ ہوتی اور متواتر تین مہینے میں نے ان کی صحبت میں نہ گزارے ہوتے تو یقیناً میں کسی اور ہی راستے پر گامزن ہوتا '' (۱)

باری صاحب کی صحبت کی وجہ سے منٹو جو وقت جوا کھیلنے میں گزارتا تھا وہ اب ''مساوات'' کے دفتر میں مطالعہ میں کٹنے لگا۔ ''وکٹر ہیوگو'' کا اردو ترجمہ باری صاحب نے منٹو کے پاس کرواکر اسے صاحب کتاب بنا دیا۔ یوں منٹو ایک ادیب اور فنکار بن گیا۔ منٹو نے جب افسانہ نگاری شروع کی تب پریم چند کے مقصدی اور معاشرتی افسانے روایت کا درجہ حاصل کرچکے تھے۔ پریم چند کے دور میں سجاد حیدر یلدرم، مجنوں گورکھپوری اور نیاز فتح پوری حسن و عشق اور رومان پر افسانے لکھ رہے تھے۔ ۱۹۳۵ء کے بعد نئے افسانہ نگاروں میں کرشن چندر، بیدی، عصمت، اوپندر ناتھ اشک، قرۃالعین حیدر ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہوکر سماجی زندگی کے مسائل کو توجہ کا مرکز بنا رہے تھے۔ تب منٹو نے ان ادبی دنیا میں قدم رکھا اور ادبی رجحانات سے قریبی رابطہ قائم کرلیا۔ مذکورہ افسانہ نگاروں میں سب نے ناول لکھے لیکن منٹو

---

(۱) (سعادت حسن منٹو : ہندوستانی ادب کے معمار۔ وارث علوی ص ۱۵)
(ساہتیہ اکادمی نئی دہلی ۲۰۰۴ء)

محض افسانے اورڈرامےتک محدود رہے۔

منٹو نے اپنے گرد و پیش کی دنیا کے ان گنت پہلوؤں کو دیکھا ہے۔ اور جو کچھ دیکھا ہے اسے اپنے افسانے کا موضوع بنانے کی کوشش کی ہے۔ منٹو کے بیشتر افسانے سماجی نوعیت کے ہیں۔ انھوں نے نچلے طبقے کے لوگوں کے ذہنی، جنسی اور نفسیاتی مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ خاص کر انھوں نے سماج کی ٹھکرائی ہوئی عورت جو مجبور و بے بس ہے اس کی تصویریں پیش کی ہیں۔ منٹو نے سماج کے مخصوص طبقے پراپنی توجہ مرکوز کی ہے۔ جس کا سامنا زندگی میں انہیں ہوا تھا۔ ''جنس'' منٹو کا پسندیدہ موضوع ہے لیکن منٹو کے افسانوں میں جنس کے علاوہ کرداروں کی شخصیتوں کے نیک اور بدپہلو بھی نظر آتے ہیں۔

منٹو کے پانچ افسانوں پر مقدمے چلے۔ کالی شلوار، بو، دھواں، ٹھنڈا گوشت، اوپر نیچے درمیان۔ کالی شلوار جو ''سالنامہ'' ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا۔ اس پر پہلا مقدمہ چلا۔ پہلے سزا سنائی گئی لیکن اپیل میں بری کر دیا گیا۔ ''کالی شلوار'' افسانے میں طوائف کے کردار کے لئے فحاشی کا الزام لگایا گیا تھا اور مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔

دوسرا مقدمہ ''بو'' پر چلایا گیا۔ یہ افسانہ بھی ادب لطیف کے سالنامہ میں ہی ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا۔ اس کہانی میں بمبئی کا ایک نوجوان بارش میں بھیگتی ہوئی گھاٹن لڑکی پر عاشق ہو جاتاہے۔ اور کئی عیسائی لڑکیوں سے رابطہ قائم کرتاہے۔ اس کے علاوہ گریجویٹ مجسٹریٹ کی حسین لڑکی سے شادی ہوتی ہے۔ حنا کا عطر بھی اسے وہ سکون میسر نہیں کرسکتا جتنا گھاٹن کی ''بو'' سے مطمئن تھا۔

سردار جعفری ، ممتاز حسین اور کئی اخباروں نے اس افسانے کو گھناؤنا کہا۔ راجندرسنگھ بیدی، کنہیالال کپور وغیرہ نے اس کی حمایت کی۔ اپندرناتھ اشک جو منٹو کے حریف تھے اس افسانے کی تکنیک کو سراہا۔

تیسرا مقدمہ ''دھواں'' پر چلایا گیا۔ یہ افسانہ بھی پہلے دو افسانوں کی طرح جنسی نفسیات پر مبنی ہے۔ ساقی بک ڈپو نے ۱۹۴۱ء میں ''دھواں'' نام کے مجموعہ میں شائع کیا تھا۔ لیکن ۱۹۴۵ء میں مقدمہ چلا۔ عصمت کا افسانہ ''لحاف'' کی طرح یہ افسانہ میں بھی دو سہیلیوں کے ہم جنس کا ذکر ہے۔

جس طرح عصمت چغتائی کی پہچان ''لحاف'' افسانہ بن گیا۔ اسی طرح منٹو کی پہچان ''ٹھنڈا گوشت'' بن گیا۔ یہ افسانہ شائع ہوتے ہی اس پر مقدمہ قائم ہوگیا۔ اس میں منٹو کو سزا ہوئی۔ منٹو کی حمایت میں فیض، تبسم، کنیالال کپور، عبد الحکیم وغیرہ نے بیان دیئے۔

''منٹو کے بیشتر افسانوں کا موضوع عورت'' ہے۔ جس دور میں منٹو اور عصمت چغتائی نے جنس اور اس کے حوالے سے عورت کو موضوع بنایا وہ ہندوستان میں آزادیٔ نسواں کی تحریک کا ابتدائی زمانہ تھا۔ چونکہ عورت کو صدیوں سے چار دیواری اور چادر میں محبوس رکھا گیا تھا۔ اور وہ مرد کے تشددکی زد میں رہی تھی۔ اس لئے اب تعلیم اور ووٹ دینے کے حق کے زیر اثر اس کے ہاں مرد کے شانہ بہ شانہ کام کرنے یا کم سے کم مرد کے تشدد کا مقابلہ کرنے کی آرزو سر اُٹھانے لگی تھی۔ عورت کے اس رویّے کو عصمت چغتائی نے ''بغاوت'' کا نام دیا۔

اور اپنے زیادہ تر افسانوں میں ایک ایسی باغی عورت کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۱)

منٹو بھی شعوری طور پر ایک ایسی ہی عورت کا گرویدہ ہے۔ جو مرد کے مقابل ہو۔ اپنے مضمون ''لذتِ سنگ'' میں منٹو نے اس کا بیان یوں کیا ہے :

''میرے پڑوس میں اگر کوئی عورت ہر روز خاوند سے مار کھاتی ہے اور پھر اس کے جوتے صاف کرتی ہے تو میرے دل میں اس کے لئے ذرّہ برابر ہمدردی پیدا نہیں ہوتی لیکن جب میرے پڑوس میں کوئی عورت اپنے خاوند سے لڑکر اور خود کشی کی دھمکی دے کر سینما دیکھنے چلی جاتی ہے اور میں خاوند کو دو گھنٹے پریشانی کی حالت میں دیکھتا ہوں تو مجھے دونوں سے ایک عجیب و غریب قسم کی ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے''۔

''چکی پیسنے والی عورت جو دن بھر کام کرتی ہے اور رات کو اطمینان سے سو جاتی ہے میرے افسانوں کی ہیروئن نہیں ہو سکتی۔'' (۲)

دوسرے لفظوں میں کہا جائے تو منٹو بھی عورتوں کے باغ روپ میں دلچسپی رکھتا ہے۔

عصمت کے یہاں عورت کے اندر اور باہر سے باغی کردار ہیں جو مرد کے سماج میں ایک ''متوازی ریاست'' بنانے کی کوشش میں ہیں۔ جبکہ منٹو کے یہاں عورت صدیوں پرانی ہندوستانی عورت کی ساخت میں ڈھل جانے کی آرزو مند ہیں۔

---

(۱) (منٹو کے افسانوں میں عورت ڈاکٹر وزیر آغا ۔ ص ۱۲۵)
(مشمولہ۔ تکمیل : سہ ماہی رسالہ بھونڈی منٹو کی یاد میں خصوصی اشاعت ۲۰۰۶ء)

(۲) ایضاً ص۔۱۲۶

اسکی مثال منٹو کا افسانہ ''جانکی'' اور ''بابوگوپی ناتھ'' میں ملتی ہے۔ جس کی مرکزی شخصیت جانکی عام گھریلو زندگی بسر کرنے کے بجائے فلمی لائن اختیار کر کے خود کمانا چاہتی ہے۔ ''موزیل'' میں بھی منٹو ایک ایسی عورت کو پیش کرتا ہے۔ جو پتی پوجا والی ہے۔ جو اپنے مرد کے خاطر ''سوکن'' تک کے وجود کو برداشت کرلیتی ہے۔ ''ہتک'' میں سوگندھی بیوہ ہے۔ جسے بے دردی سے روندا گیا ہے۔ ''شاردا'' افسانے میں منٹو نے ایسی عورت کا ذکر کیا ہے جس کا پتی اسے چھوڑ چکا ہے۔ مجبوراً وہ پیشہ کرنے لگتی ہیں نذیر سے اسکی ملاقات ہوٹل میں ہوتی ہے۔ نذیر کی بیوی میکے جاتی ہے تو نذیر شاردا کو گھر لے آتا ہے۔ آہستہ آہستہ نذیر کو الجھن ہوتی ہے نذیر اس کا ذکر شاردا سے کرتا ہے۔ شاردا چپ چاپ نذیرکا گھر چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ نذیر کی من پسند سگریٹ چھوڑ جاتی ہے۔ یہ ''بدکردار عورتیں'' منٹو کے یہاں نظر آتی ہے۔یعنی منٹو کی عورت سماج کے ٹھکرائے ہوئے نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والی ہے۔ جسے اپنے طبقے کے سماج نے بھی ٹھکرایا ہے۔ منٹو کے یہاں عورت بیوی، محبوبہ اور طوائف تین صورتوں میں ملتی ہیں''۔ (۱)

منٹو کے یہاں دیہی اور فطرتی زندگی پر بہت کم افسانے ملتے ہیں۔ دوبڑے شہروں کے جذباتی رویوں کے جادو نے منٹو کو حقیقت پسند فنکار بنادیا۔ بمبئی اور

---

(۱) (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ افسانے موذیل، شاردا، جانکی)

دہلی کا زمانہ منٹو کی زندگی کا سب سے سہانا اور سنہرا دور تھا۔ دہلی میں منٹو آل انڈیا ریڈیو سے ایک یا ڈیڑھ سال منسلک رہا۔ لیکن یہ مختصر سے وقت میں منٹو نے ریڈیو کے ڈرامے مضامین اور خاکے لکھے جو ہنگامہ خیز رہے جس کا ذکر منٹو کے ہم عصر ادیب کرتے نہیں تھکتے۔ اس وقت ریڈیو میں پطرس۔ ن۔م۔ راشد۔ راجندرسنگھ بیدی، کرشن چندر، اوپندر ناتھ اشک جیسے اردو کے ادیب جمع تھے۔

منٹو کا دلّی کا زمانہ آسودگی اور اعتدالی کا تھا۔ بمبئی اس زمانہ میں فلم سازی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ منٹو مختلف کمپنیوں میں کہانی اور مکالمے لکھنے کا کام کرتا رہا۔ بہت سی فلموں کے مکالمے لکھے ''اپنی نگریا'' ''چل چل رے نوجوان'' ''آٹھ دن'' فلموں کی کہانی لکھی۔ ''آٹھ دن'' میں اوپندر ناتھ اشک اور راجہ مہدی علی خاں کے ساتھ منٹو نے بھی ایک چھوٹا سا رول ادا کیا تھا۔ ''مرزا غالب'' کی کہانی منٹونے ہی لکھی تھی۔ بمبئی میں 1935ء سے 1947ء تک رہا۔ ازدواجی زندگی کی شروعات بمبئی میں ہی کی۔ تقسیم ہند کے بعد منٹو 1948ء کو پاکستان ہجرت کر گیا۔ ۱۸، جنوری ۱۹۵۵ء کو لاہور میں انتقال ہوگیا۔ یہ سات سال کا عرصہ تخلیقی اعتبار سے منٹو کے لئے بہترین دور تھا۔ ان سات برسوں میں منٹو نے ایک سو ستائیس کہانیاں لکھیں۔ اس طرح منٹو کا امیج میڈیا کا بنایا ہوا نہیں تھا بلکہ خود اس کے افسانوں کا بنایا ہوا ہے۔

منٹو کے یہاں طوائف بھی مامتا کا مجسمہ نظر آتی ہے۔ اس کی یہ خواہش ہے کہ یہ ذلت اسکی بیٹی تک نہ پہنچے۔ منٹو کی عورت پریم چند کے زمانے کی سادہ عورت نہ ہو سکتی تھی بلکہ وہ بعد کے زمانے کی الجھی ہوئی ٹھکرائی ہوئی شہری

عورت ہے اور منٹو ایک انقلابی روح کے ساتھ اپنے افسانوں میں وہ دکھا رہا تھا جو اس سے پہلے ممنوع تھا۔ اس معاشرے کو سدھار نے کا کام وہ بہرحال ترقی پسندوں کے حوالے کر رہا تھا۔ اس نے عورت کے ایک پسندیدہ طبقے کو دکھاتے دکھاتے معاشرے کو آئینہ دکھا دیا کہ عورت کو بگاڑنے کا اس کی زندگی کو مکروہ بنانے کا ذمہ دار بہرحال معاشرہ ہے۔ پروفیسر وہاب اشرفی کہتے ہیں :

''زندگی کی حقیقی تصویر انکے افسانوں میں در آئی ہے انکے متعدد کردار ان کے افسانوں سے الگ ہوکر زندہ ہیں۔ سوگندھی، جانکی، زینت، موذیل، سکینہ، شاردا، نسوانی کردار تو تلمیح کے طور پر استعمال ہونے لگے ہیں۔ در اصل منٹو کا فن انسانی نفسیات کی گرہیں کھولنے کا فن ہے''۔ (۱)

منٹو کے یہاں عورت کے کردار کے کئی روپ دکھائی دیتے ہیں۔ 'نکی' افسانے میں نکی کو تاحیات موت کوئی سکھ نہیں ملتا لڑائی کو وہ اپنا پیشہ بنا لیتی ہے۔ طعنے تشنے جو عصمت کے یہاں دکھائی دیتے ہیں۔ وہی منٹو کے یہاں بھی نظر آتے ہیں۔ ''ٹھنڈا گوشت'' افسانے کی کلونت کے کردار میں بھی بیدار اور طاقتور عورت ہے۔ منٹو کے یہاں عورت کا روپ ''میرا نام رادھا ہے'' میں طوائف زادی کا ہے۔ اس طرح منٹو نے اپنے افسانوں میں کسی ایک خیال یا ایک نظریہ کو ثابت کرنے کی بجائے ہر افسانے میں ایک نئے خیال اور نئے تجربے کو پیش کیا ہے۔ ہم عصر ادیبوں میں منٹو نے عصمت پر ایک خاکہ لکھا۔ اور عصمت منٹو کے

---

(۱) (''پروفیسر وہاب اشرفی'' ترقی پسند ادب ص-۳۴۱) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی ۱۹۸۷ء

بارے میں لکھتی ہیں :

''مرزا غالب میں چودھویں بیگم مرزا غالب کی محبوبہ ہو یا نہ ہو اس کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔مگر منٹو کے خیالوں کی لڑکی ضرور ہے۔ جسے وہ ہاتھ نہیں لگانا چاہتا۔ جس کی کلائی کی جھلک دیکھنے کے لیے وہ ساری زندگی بیٹھ سکتا ہے۔ یہ تھا وہ تضاد جو منٹو کی مختلف کہانیوں میں مختلف اوقات میں ظاہر ہوتا تھا۔ ایک طرف وہ ''نیا قانون'' لکھتا ہے اور دوسری طرف ''بو'' ..... دونوں میں وہ خود کو غرق کرکے لکھتا ہے لوگوں کو ایک فحش نگار یاد رہ جاتا ہے۔ اور واقعہ نگارکو وہ بھول جاتے ہیں۔ قصداً یا سہواً۔ ایک ہی بات ہے۔'' (۱)

منٹو نے زندگی کا مطالعہ بہت قریب سے کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ منٹو کا تصور عورت ترقی پسندوں، نفسیات نگاروں رومانیت پسندوں سے مختلف ہے۔ منٹو کا رجحان جنس اور نفسیات کی طرف زیادہ رہا انہوں نے عورت کو بھی اسی حوالے سے دیکھا وہ ترقی پسندوں کی طرح آنچل کو پرچم نہ بنا سکے۔

راجندر سنگھ بیدی :

راجندرسنگھ بیدی عصمت کے معاصرین میں سے ایک ہے۔ یکم ستمبر ۱۹۱۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ضلع سیالکوٹ نے بڑے بڑے اہل قلم دنیا کو دیئے جس میں شاعر مشرق علامہ اقبال، پنڈت سدرشن، پنڈت میلا رام وفا، فیض احمد فیض اور خود راجندر سنگھ بیدی۔

---

(۱) عصمت چغتائی ''میرادوست میرادشمن'' ص۔۳۷۔ مشمولہ خاکہ۔ سعادت حسن منٹو، مرتب پریم گوپال متل، ۱۹۹۹ء

بیدی کی ماں شیوا دیوی برہمن تھیں۔ باپ بابا ہیرا سنگھ سکھ تھے۔ اس لئے گھر کا رہن سہن ہندو اور سکھ دونوں تھا۔ ان کے باپ پوسٹ آفس میں ملازمت کرتے تھے اور ماں تھوڑا بہت انگریزی ، اردو اور ہندی جانتی تھیں۔ گھر کا ماحول ادبی تھا۔ گھر میں کتابیں اور رسالے اکثر پڑھے جاتے۔ پانچ سال کی عمر میں بیدی کو ''گیتا'' ''مہا بھارت'' اور ''الف لیلیٰ'' کے قصے یاد تھے۔ بیدی کی ماں دق کی بیماری میں مبتلا تھیں۔ تو انکے والد روز ایک نئے پیسے کرایے پر ایک کتاب بازار سے لاکر ان کی ماں کو سنایا کرتے تھے۔ بیدی کے چچا ایک پریس میں مینجر تھے۔ ہر قسم کے ناول قصے چھپتے انگریزی ناولوں کے ترجمے ہوتے گھر میں کتابوں کے انبار لگے رہتے۔ جب بیدی کے چچانے پریس خریدی تو بہت سی کتابیں بھی آئی تھیں۔ کتابیں پڑھ کے بیدی کتابی کیڑا بن گئے۔ اس کا ذکر ہربنس سنگھ یوں لکھتے ہیں :

''سردیوں میں رات گئے چولہے کے ارد گرد بیٹھے والد صاحب کسی نہ کسی کتاب یا رسالے سے کچھ نہ کچھ پڑھ کر سناتے اور سب گھنٹوں میں سر دیئے سنتے رہتے کہانی کے کرداروں کے دکھ اور خوشی کو محسوس کرتے روتے اور ہنستے ۔ (۱)

بیدی نے کالج میں انٹر میڈیٹ تک ہی تعلیم حاصل کی۔ والد کے کہنے سے پوسٹ آفس میں کلرک کے عہدے پر فائز ہونے کیلئے امتحان میں بیٹھے اور

---

(۱) راجندر سنگھ بیدی ہندوستانی ادب کے معمار۔ وارث علوی۔ ص-۸ ساہتیہ اکادمی نئی دہلی ۱۹۹۶ء

کامیاب ہوکر کلرکی حاصل کرلی۔ بیدی کے والدین کی یہ خواہش تھی کہ ان کا بیٹا راجندرسنگھ اعلیٰ تعلیم پائے اور کسی اونچے عہدے پر فائز ہو۔ وہ اسے پھلتا پھولتا دیکھیں۔ چنانچہ بیدی اس بارے میں لکھتے ہیں :

''جیسے ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ہمارا بیٹا بڑا ہوکر کلکٹر بنے۔ ایسے ہی میرے ماں باپ کی بھی خواہش تھی ان بے چاروں کا کیا قصور؟ ان کی سوچ ہی کلکٹر تک محدود تھی۔ انہیں کیا معلوم کوئی ایسا بھی ہوسکتاہے جسکے سامنے کلکٹر بھی پانی بھریں۔ (۱)

''بیدی کی ادبی زندگی کا آغاز بھی کالج کی زندگی یعنی ۱۹۳۱ء سے لگ بھگ سترہ اٹھارہ سال کی عمر سے ہوتاہے۔ اس زمانے میں انھوں نے انگریزی نظمیں لکھیں۔ اردو اور پنجابی میں افسانے اور مضامین لکھے۔ ایک رسالہ ''سارنگ'' لاہور سے نکلتا تھا جو پنجابی زبان اور اردو رسم الخط میں چھپتا تھا۔ رسالہ کی مالی حالت خراب تھی۔ بیدی نے بلا معاوضہ اس کی ایڈیٹری کا کام سنبھالا۔ اور خود ہی لکھنا شروع کردیا۔ ہرقسم کے مضمون، فارسی غزلوں اور رباعیوں کے پنجابی ترجمے کہانیاں خود ہی لکھ لکھ کر مختلف ناموں سے چھاپتے رہے۔ جب تک یہ رسالہ چلا فائدہ یہ ہوا کہ ہر قسم کا الّم غلّم لٹریچر پڑھنے کی جیسی عادت تھی ویسے ہی اب ہرمضمون پرقلم چلانے کی مشق ہوگئی۔'' (۲)

---

(۱) (جگدیش چندر ودھاون۔ راجندرسنگھ بیدی شخصیت اورفن۔ ص-۱۶، ۱۷

(۲) (راجندرسنگھ بیدی ہندوستانی ادب کے معمار۔ وارث علوی۔ ص-۹ ساہتیہ اکادمی نئی دہلی ۱۹۹۶ء

بیدی کی شادی ۱۹۳۴ء میں ۱۹ سال کی عمر میں سلیقہ مند، خدمت گزار اور خوبصورت ستونت کور نامی لڑکی سے ہوئی۔ ستونت کور میں بیدی نے عورت کا حسن رومانیت عظیم مادرانہ صفات کا جلوہ دیکھا۔ جس کا ذکر بیدی نے ''گرم کوٹ'' افسانے میں حسن رومانیت کا ذکر کیا ہے۔ بیدی، منٹو اور کرشن چندر نے تقریباً ساتھ ساتھ لکھنا شروع کیا تھا۔ لیکن کرشن چندر اپنی رومانیت اور منٹو اپنی جنسیت کی وجہ سے بہت جلد توجہ کا مرکز بن گئے۔ منٹو جو کچھ لکھتے بہت سوچ سوچ کر لکھتے۔ منٹو نے انہیں ایک بار ٹوکا بھی تھا۔

''تم سوچتے بہت ہو'' لکھنے سے پہلے سوچتے ہو،
بیچ میں سوچتے ہو اور بعد میں سوچتے ہو،'' (۱)

بیدی کے افسانوں میں عورت کے کئی پہلو ہیں۔ ''بھولا'' ''چھوکری کی لوٹ'' اور ''من کی من میں'' بیوہ عورت کی جھلکیاں ہیں۔ بیوہ کی دوسری شادی پر سوال اٹھایا ہے۔ ہندو معاشرے میں بیوہ کے ساتھ ہونے والے سلوک کی تنقید کی گئی ہے۔ ''باپ بکاؤ ہے'' اور ''باری کا بخار'' میں وہ عورت ہے جو جنسی خواہشات کو صابر کر دیتی ہے۔ ''ٹرمینس سے پرے'' میں بہن کا روپ ہے۔ جو ایک امیر بھائی کی غریب بہن ہونے کے باوجود بغیر کسی لالچ اور خود غرضی کے اس سے

---

(۱) (راجندر سنگھ بیدی اور انکے افسانے۔ ڈاکٹر اطہر پرویز۔ ص-۷۷ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۸۶ء

بے پناہ محبت کرتی ہے۔ ''چیچک کے داغ'' میں وہ عورت ہے جو قبولیت کے جذبہ کی علامت ہے۔ چیچک کے داغ کے باوجود یہ نئی بیاہتا اپنے بدصورت شوہر کو قبول کرلیتی ہے۔ لیکن بدصورت شوہر اس لئے غصہ ہوکر نکل آتا ہے کہ اس کی دلہن کی ناک ذرا لمبی ہے۔ ''گرم کوٹ'' میں وہ گرہستن ہے جو شوہر کی ضروریات کا خیال بھی ایک ماں کی طرح کرتی ہے۔ ''گھر میں بازار میں'' وہ گرہستن ہے جو اپنی ضروریات کے لئے شوہر سے پیسے مانگتے وقت خود کو طوائف محسوس کرتی ہے۔ ''لاجونتی'' میں وہ عورت ہے جو بس کر اجڑ جاتی ہے۔ کیوں کہ عورت دیوی کے روپ میں نہیں عورت ہی کے روپ میں زندہ رہتی ہے۔ ''اپنے دکھ مجھے دے دو'' اور ''ایک چادر میلی سی'' میں عورت کا اسطور اپنی تکمیل کوپہنچتا ہے۔ اور وہ عورت سامنے آتی ہے جو فطرت کی تخلیقی قوتوں کی نمایندہ ہے۔ اور بد بیوی ''ازلی عورت'' جنیتا اور عظیم ماں کی علامت ہے''۔ (۱)

بیدی کے افسانے زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان کے افسانے زندگی کی وہ بصیرت عطا کرتے ہیں جو کھلی آنکھ سے انسانی تماشہ دیکھنے سے پیدا ہوئی ہے۔ بیدی کے افسانوں میں ہندوستان کی روح جاگتی ہے۔ اس دھرتی کی بو محسوس ہوتی ہے۔ انہیں عام لوگوں کی معمولی زندگی سے کہانیاں مل جاتی ہیں۔ اس طرح بیدی نے عورت کی زندگی کا سارا درد، اسکی مظلومیت، اسکی بے پناہ مجبوریوں اور لاچاریوں کے سارے جوہر کو اپنے نسوانی کردار میں سمویا ہے۔

بیدی نے نچلے طبقے کی ہندوستانی عورت کی جیتی جاگتی تصویر دکھائی ہے۔ ان

---

(۱) (وارث علوی۔ راجندر سنگھ بیدی۔ ہندوستانی ادب کے معمار۔ ص-۵۰، ۵۱ ساہتیہ اکادمی دہلی ۱۹۹۶ء

کے افسانوں میں عورت ایک خالص ہندوستانی عورت ہے۔ جو تخلیق کائنات کے وقت سے ہی مرد کے ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ دنیا کے عذاب و ثواب جھیل رہی ہے۔ عورت کے روپ میں ''بیوی'' بن کر زندگی کی جبلتوں سے لپٹی رہتی ہے۔

''گھر میں بازار میں'' درشی کا کردار ایک متوسط طبقہ کی کہانی ہے۔ جو ایک بیاہتا عورت ہے جو اپنے شوہر سے پیسے مانگتے ہوئے گھبراتی ہے پیسے مانگنے کا خیال عجیب محسوس ہوتاہے کہ شاید وہ اپنا معاوضہ طلب کر رہی ہے۔ وہ شادی کو بطور پیشہ نہیں بلکہ برابری کے طور پر اپنانا چاہتی ہے۔ (۱)

ترقی پسند تحریک کے تحت لکھنے والے بعض افسانہ نگار نے نفسیات کے لحاظ سے جو لکھا اس کی ایک کامیاب مثال راجندرسنگھ بیدی بھی ہیں۔ بیدی کے افسانوں میں عورت کا کردار ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے وہ خوابوں کا سرچشمہ اور تعبیر نہیں۔ بیدی کے ہاں عورت کی زندگی کی دھوپ چھاؤں کی دل فریبی یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ اسے دوسروں کے دکھ اپنانے میں بھی زندگی کی خوشیاں ملتی ہے۔ مردوں کے بنائے ہوئے سماج کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی بے زبان شخصیت میں وہ جادو ہے جو ظالم کو تھرّا دیتی ہے۔ یہ الگ بات ہےکہ کوئی اس کا اعتراف نہ کرے۔ بیدی عورت کے اس پہلو کو اجاگر کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔

''گرہن'' افسانے میں ہولی کاکردار ایک ایسی عورت کی کہانی ہےجو روزانہ کی دم گھٹانے والی زندگی سے عاجز آچکی ہے جسے انسان نما جانور سے زیادہ حیثیت

---

(۱) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے۔ بیدی کا افسانہ ''گھر میں بازار میں''

نہیں دی جاتی۔ اس کا شوہر اسے بات بات پر مارتا ہے۔ اسکی ساس طعنے دیکر اسے تنگ کرتی ہے۔ وہ ایسے ماحول سے گھبرا کر مجمع سے گم ہو کر بھاگنا چاہتی ہے تو اور بھی پریشانی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس طرح بیدی نے عورت کی زندگی کی مظلومیت اور پریشانیوں کو ''ہولی'' کے کردار میں سمودیا ہے۔

'' لاجونتی '' میں بھی عورت کے نازک احساس کی نمائندگی کی ہے۔ فسادات کے ہنگامے میں دوسری بہت سی عورتوں کی طرح ''لاجونتی'' بھی اغوا ہو جاتی ہے۔ واپس ملنے پر اس کا شوہر سندرلال اس کو دیوی کا درجہ دیتا ہے۔لاجونتی کے دوبارہ بسائے جانے پر لوگوں کے طعنے اور بکتی ہوئی عورتوں کے مناظرافسانے کو اس لحاظ سے فکر انگیز بناتے ہیں کہ عورت ہمیشہ مردوں کے ہاتھوں لٹتی ہے۔ مگر طعنہ ہمیشہ ہی عورت کو سننا پڑتا ہے۔

''عورت کے تحفظ کے لئے بیدی شادی کے ادارے کو ضروری سمجھتے ہیں جو صرف عورت کے لئے ہی نہیں پیدا ہونے والے بچوں کی تربیت، اخراجات اور تحفظ کے لئے ضروری ہے''۔ (۱)

بیدی نے عورت کو ''ماں'' کے روپ میں بھی ابھارا ہے جسکی مثال ''کوکھ جلی'' میں ''گھمنڈی'' کی ماں ''بھولا'' کی ماں ''دس منٹ بارش میں'' تینوں بیٹوں کی ماں ہونے پر فخر کرتی ہیں کیونکہ شوہر کے بعد اگر کوئی مرد عورت کی مالی و جسمانی حفاظت کرسکے تو وہ صرف بیٹا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو محفوظ اور باعزت محسوس کرتی ہیں۔

---

(۱) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ''افسانہ گرہن لاجونتی نمائندہ مختصرافسانے محمد طاہر فاروقی۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۲۰۰۴ء

''بیوی' کے روپ میں بیدی نے مکمل ہندوستانی بیوی کا تصور کیا ہے۔ ''اپنے دکھ مجھے دے دو'' میں ''اندو'' کا بیوی بننے کے ساتھ ہی ذمے داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ ایک رشتے کو نبھانے کے لئے بہو، بھابھی اور ماں بنتی ہے۔ ان تمام رشتوں کو خون دے کر پالتی ہے۔ دوسروں کے لئے امرت بنی رہتی ہے۔ سسر کی خدمت نند اور دیوروں کی شادی اولاد کی پرورش کرتی ہے۔ یہ تمام رشتے مرد کی خاطر نبھاتی ہے۔ شادی کی رات سے ہی مدن سے دکھ مانگ لیتی ہے۔ اور اسی میں وہ اپنا سکھ سمجھتی ہے''۔ (۱)

داستانوں میں عورت شہزادی ہوتی ہے۔ اردو شاعری میں ایک بے پرواہ اور بے وفا محبوبہ۔ رومانوی تحریک میں ایک حسینہ جس کا واحد مسئلہ محبت تھی۔ ترقی پسند تحریک کا زمانہ آیا تو عورت جنس کا زندہ استعارہ بن گئی۔ لیکن بیدی زندگی کو ایک کل کے طور پر دیکھتے ہیں۔ انکی کہانیوں میں مرد اور عورت کے تمام رشتے موجود ہیں۔ ان کے افسانوں کی عورت بنیادی طور پر ایک گھر ہستن ہے جو دکھ ہو یا سکھ ہر طرح زندگی کو جھیلتی ہے۔ اسلئے بیدی کے افسانوں کے بڑے اور مرکزی کردار عورت ہی کے ہیں۔ ڈاکٹر شمس الحق عثمانی بیدی پر اپنے مقالے ''بیدی نامہ'' میں لکھتے ہیں :

''بیدی اردو کے واحد افسانہ نگار ہیں جنہوں نے عورت کے اس مکمل وجود کو از سرنو بحال کرنے کی کوشش کی جو جدید معاشرے کے باطنی زوال کی بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے ہو اور افراد معاشرہ کی بصارت اور بصیرت پر چھا جانے والی مادی گرد و غبار کے باعث بہت بڑی حد تک فراموش کر دیا گیا'' (۲)

---

(۱) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ بیدی کا افسانہ ''اپنے دکھ مجھے دے دو''

(۲) شمس الحق عثمانی۔ بیدی نامہ۔ ص-۱۶۳ مشمولہ۔ بمقالہ برائے پی.ایچ.ڈی.
عصمت جمیل۔ اردو افسانے میں عورت کا تصور ص-۱۱۰

کرشن چندر :

کرشن چندر ایک مقبول اور ہر دلعزیز افسانہ نگار ہیں۔ افسانہ نگاروں کی فہرست میں کرشن چندر بلند مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے بڑی خوبی کے ساتھ اردو میں افسانے کےفن کو آگے بڑھایا۔ ان کے ابتدائی افسانے زمانے کے تقاضے کے لحاظ سے اپنے میں روحانیت، شریعت اور رنگینی سموئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے سماجی مسائل معیشت، سیاست، نفسیات، اور نفسیاتی تخیل و تجزیہ کو اپنایا۔ ہر دور میں ایک مجتہد کی طرح ہمعصروں کو کوئی نہ کوئی ایسا افسانہ دیا جن کی حیثیت سنگ میل کی ہے۔ وہ فطرتاً افسانہ نگار ہیں۔ ان کو اپنے فن پر کامل قدرت حاصل ہے۔

کرشن چندر کا آبائی وطن کشمیر ہے وہی کشمیر جس کے پنڈتوں نے ''اردو'' کےگیسو سنوارے اور وہی پنجاب جہاں اقبال نےجنم لیا اسی جگہ اس فنکار کی پیدائش دسمبر ۱۹۱۲ء کو ہوئی۔ ایم۔ اے۔ تک تعلیم حاصل کی۔ تصنیف وتالیف کا بڑا شوق تھا۔ اپنے فن کو ابھارنے کےلئے انگریزی اخبار میں صحافت کا موقع ملا۔ ابتداء میں کرشن چندر نے مزاحیہ مضامین لکھئے :

''آل انڈیا ریڈیو کی ملازمت کی وجہ سے بہت جلد عوام کمپنی میں مقبول ہوگئے۔ ۱۹۴۲ء میں ملازمت چھوڑکر بمبئی میں آکر فلم کمپنی میں ملازمت کرکے نام بھی کمایا اور پیسہ بھی''

فلم کمپنی میں آنے کے بعد کرشن چندر نے لاتعداد کہانیاں، افسانے، ناول، فلمی مکالمے وغیرہ لکھے۔ ان کے قلم کی خوبی یہ ہے کہ ان کے کردار زیادہ تر ہندوستانی افراد ہیں۔ ان کے ابتدائی افسانوں میں روحانیت، شریعت اور رنگینی ہے۔ سیاست، نفسیات و سماجی مسائل کے علاوہ رومانیت بھی افسانوں میں غالب ہے۔ بقول خلیل الرحمن اعظمی :

''لہلہاتے باغ گیت گاتے ہوئے آبشاروں کی تھر تھراہٹ کرشن چندر نے محسوس کی ہے۔ اسی لئے ان کے افسانوں میں رومانی کسک اور حسین افسردگی ہوتی ہے۔ (۱)

عورت کرشن چندر کا عزیز موضوع ہے اور ان کے افسانوں کا محور ہے۔ کیونکہ حسن انہیں عزیز ہے۔ وہ ہر منظر میں حسن تلاش کرتے ہیں۔ شروع کی کہانیاں کشمیری زندگی کی آئینہ دار ہیں۔ کرشن چندر ایک ایسے افسانہ نگار ہیں جن کے ہاں رومانوی اور ترقی پسند دونوں دھارے الگ الگ کام کررہے ہیں۔

ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ''طلسم خیال'' ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا۔ انہوں نے عورت کے حسن کیلئے فطری کشش پائی ہے۔ ''طلسم خیال'' کے افسانوں میں کرشن چندر کی عورت حسین، حیا سے سمٹی ہوئی اور غم کی چادر اوڑھے ہوئے نظر آتی ہے۔

---

(۱) شائستہ نوشین۔ تفہیم ادب ص-۱۸۰ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

سماجی حقیقت بھی ان کے ہاں نظر آتی ہے۔ عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتیاں بھی نظر آتی ہے۔ ''جہلم میں ناؤ پر'' افسانے میں کرشن چندر نے خوبصورت اور بد صورت دونوں عورتوں کے تصور کو پیش کیا ہے یعنی کرشن چندر حسن پرست تو تھے لیکن بد صورت عورت نے بھی کہانیوں میں جگہ پائی۔ کرشن چندر خود بیان کرتے ہیں:

''میرا تیسرا افسانہ بہ عنوان ''جہلم میں ناؤ پر'' جو ہمایوں میں شائع ہوا تھا اس میں دو طرح کی عورتوں کا ذکر آتا ہے ایک عورت جسمانی اعتبار سے خوبصورت ہے دوسری بدصورت لیکن یہ بدصورت عورت کا دل غالباً (؟) خوبصورت عورت کے دل سے زیادہ خوبصورت ہے۔ میرے افسانوں اور ناولوں میں عورتیں بدصورت بھی ہوتی ہیں اور خوبصورت بھی۔

اور جس زمانے میں میں نے لکھنا شروع کیا تھا اس زمانے میں میرے افسانے کی ہیروئن عموماً خوبصورت ہوتی تھی۔ گو میرے یہاں بھی یہ رومانیت اور جذباتیت عورت کے متعلق شروع کے افسانوں میں زیادہ ہے۔ لیکن دھیرے دھیرے میں نے اپنی جذباتیت اور حد سے بڑھتی ہوئی رومانیت پر قابو پالیا۔ اور حقیقت پسندی پر توجہ منعطف کی '' (۱)

''منٹو اور بیدی دونوں کے یہاں عورت دھرتی کی مانند ہے جو جڑوں کو پکڑ لیتی ہے۔ کرشن چندر کے یہاں عورت کی دردمندی جذباتی ہے۔ ان کے

---

(۱) ڈاکٹر بیگ احساس کرشن چندر شخصیت اور فن ص-۱۲۷، ۱۲۸ سن اشاعت ۱۹۹۹ء

افسانوں کا موضوع بکتی ہوئی عورت ہے۔ طوائف نہیں ہےلیکن اپنی خواہشوں کے ہاتھوں خوار ہورہی ہے۔ یا بہتر مستقبل کے نام پر بیچ دی جاتی ہے۔

کرشن چندر کی نظر نے حسنِ فطرت کی گودمیں پروان چڑھتی ہوئی عورت کو بھی دیکھا ہے۔ ان کے بھرپور نسوانی کرداروں میں ''تائی اسیری'' کاکردار ایسا ہے جو پتی ورتا عورت ہے۔ مذہب پرست، سکھ بانٹتی باصبر، باحوصلہ عورت ملتی ہے جو مصنف کے لاشعور سے نکل کر آتی ہے۔ اسے شوہر کی ہر چیز پسند ہے۔ وہ طوائف جسے اس کا شوہر عزیز رکھتا تھا۔ وہ سراپا خلوص سراپا نور عورت ہے۔ آج کے جدید سماج میں ''تائی اسیری'' مخصوص سماج کی پیداوار ہے جس کا مذہب صرف شوہر پرستی ہے۔ لیکن شوہر کی ٹھکرائی ہوئی عورت ہے''۔ (۱)

کرشن چندر کشمیر کی وادیوں میں گھومے، پہاڑی گاؤں کی دوشیزہ کا رومانی انداز پیش کیا۔ اسکی مثال ان کا افسانہ ''آنگی'' میں ملتی ہے۔ یہ ایک سیدھی سادھی ، دیہاتی معصوم، خوب صورت ایک چرواہی دوشیزہ ہے۔ جو ایک مسافر پر عاشق ہوجاتی ہے وہ مسافر صحت حاصل کرنے کی خاطر پہاڑوں میں آیا ہے۔

کرشن چندر کو عورت، جوانی، جھیل کا پانی اور چاندنی رات سے ہی محبت نہیں بلکہ غربت سے بھی ایک قسم کا عشق ہے۔ خودکشی کرنے والے کردار، سماجی نابرابری، فضول رسموں اور روایت کا شکار ہونے والی بےبس لڑکیاں بھی کرشن چندر کے ہاں ملتی ہیں۔ ''مصور کی محبت'' کی بکی گوالن اس کی مثال ہے۔

---

(۱) ڈاکٹراطہرپرویز کرشن چندر اورانکےافسانے افسانہ تائی اسیری ص-۱۸۲

کرشن چندر کے ابتدائی افسانوں میں ہمیں نچلے طبقے کے نسوانی کردار ملتے ہیں۔ مفلسی، جہالت ذلت اور ناکامیاں و محرومیاں جس کا حصہ ہے خوشیوں اور مسرتوں کے دور سے بھی کوئی واسطہ نہیں ایسی عورتوں کا کرب بھی ملتا ہے۔ ''مجھے کتّے نے کاٹا'' کا بوڑھا اور اس کی بیوی بے حد مفلس ہیں۔ بھیک مانگتے ہیں۔ ''بہرام گلہ'' کی نورجہاں بھکارن ہے۔ کمہاری گونگی ''آنگی'' چرواہی اور ''بگی'' گوالن ہے اور غریب ہے۔ سب کے سب کچلی ہوئی عورتوں کا تصور کیا ہے۔

کرشن چندر زندگی کے حسن کے شیدائی ہیں اور اسلئے جب وہ اس حسن کو زندگی کی تلخیوں میں گھرا ہوا اور طرح طرح کی قیدوں میں بند اور جکڑا ہوا پاتے ہیں تو اُن کے دل میں درد کی ٹھیس اُٹھتی ہے وہ اس ٹھیس کو افسانہ بنا دیتے ہیں۔ ان کے افسانوں کی فضا رومانی ہے ان کے کردار جذباتی ہیں انکی رومانیت یلدرم ، نیاز مجنوں کی رومانیت سے مختلف ہے۔ حسن عسکری لکھتے ہیں :

''تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کرلیا جائے کہ یہ افسانے رومانی ہیں جب بھی کرشن چندر کی رومانیت اوروں سے مختلف ہے وہ رومان کی تلاش میں بھاگ کر مال دیپ نہیں جاتا بلکہ یہ تلاش کرتا ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں رومان کے امکانات ہیں یا نہیں۔ درحقیقت یہ افسانے رومانی نہیں ہیں بلکہ رومان کے چہرے پر سے نقاب اٹھاتے ہیں جو ہمارے افسانہ نگاروں نے ڈال رکھے ہیں'' (۱)

---

(۱) ڈاکٹر بیگ احساس۔ کرشن چندر شخصیت اور فن۔ ص-۱۳۶

کرشن چندر عشق و محبت کا بیان زیادہ جذباتی انداز میں کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حسن و جمال کی مصوری کے لئے بھیجا ہے عورتوں کے حسن کی تعریف بھی ایک انوکھے انداز میں کرتے ہیں :

''سدھا خوبصورت تھی نہ بدصورت، بس معمولی سی لڑکی تھی۔ سانولی رنگت، صاف ستھرے ہاتھ پاؤں، مزاج کی ٹھنڈی مگر گھریلو، کھانا پکانے میں ہوشیار، سینے پرونے میں طاق، پڑھنے لکھنے کی شوقین مگر نہ خوبصورت تھی نہ امیر ، نہ چنچل، دل کو لبھانے والی کوئی بات اس میں نہ تھی۔ بس وہ تو ایک بے حد شرمیلی سی اور خاموش طبیعت والی لڑکی تھی'' (۱)

''سیما'' افسانے میں کرشن چندر نے ایک کشمیر کی گلیوں میں پلنے والی لڑکی کا ذکر کیا ہے۔ جو جسم فروش لڑکی ہے۔ وہ کسی کی محبوبہ ہے۔

''نکڑ'' کہانی میں کرشن چندر نے عورت کے تین روپ بتایئے ہیں۔ بیوی، محبوبہ، طوائف۔ تینوں روپ کو کرشن جی نے کچھ اس طرح پرویا ہے :

بچپن کی محبوبہ جب شادی کرلیتی ہے تو بے حد حسین لگتی ہے کیوں کہ حسن جب دسترس سے باہر ہوتا ہے تو اور بھی بڑھ جاتا ہے حصول کی خواہش تیز ہو جاتی ہے۔

- طوائف ہے جسے اس نے کئی بار سینے سے لگایا ہے لیکن جب وہ شادی کی بات کرتا ہے تو وہ اجنبی بن جاتی ہے۔

---

(۱) کرشن چندر۔ افسانہ ''شہزادہ'' کرشن چندر اور انکے افسانے سن اشاعت ۱۹۸۶ء مرتبہ اطہر پرویز

- اسکی اپنی بیوی نے جس کا پرانا عاشق جو عراق میں تھا اسکے مرنے کی اطلاع پاکر وہ یکا یک اجنبی سی ہو جاتی ہے۔ (۱)

کرشن چندر نے عام ہندوستانی لڑکیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو کبھی معاشرے اور سماج کے مخالف نہیں ہوسکتی۔ ہندوستانی عورت کی نفسیات، رسم ورواج، شہری و دیہاتی عورتوں کی نفسیات دل میں دبی ہوئی شکایتوں کا بیان ''زندگی کے موڑ پر'' نامی طویل کہانی میں کیا ہے۔

کرشن چندر کے ہاں عورت کے حسن کے لئے ایک فطری کشش پائی جاتی ہے۔ انکے افسانوں میں عورت حسین۔ حیا سے سمٹی ہوئی اور آخر کار غم کی چادر اوڑھے نظر آتی ہے۔ سماجی حقیقت پسندی کا عکس بھی اور عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتیاں بھی نظر آتی ہیں۔

ایک پروانہ اسکی مثال ہے۔ دوسرے افسانہ نگاروں کی طرح کرشن چندر نے عورت کے روپ میں بیٹی کا بھی احترام کیا ہے۔ عورت کی دوسری شادی کا راستہ ''مجبوری'' ''مالکن'' جیسے افسانوں میں دکھایا ہے۔ طوائف کے بارے میں پریم چند کی نئی سوچ نے شردھا کو بیاہ کر سسرال تک پہچایا ہے۔ ''معصوم بچہ'' اور ''حقیقت'' جیسے افسانوں میں ناجائز تعلقات اور اس کے نتائج کو بھی قبول کروایا ہے۔

محمد حسن عسکری کے زمانے پر ترقی پسند سوچ چھائی ہوئی تھی۔ نفسیات کے حوالے سے انہوں نے عورت کی کج روی کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ خاص طور پر کچی عمر کو چھوڑتی ہوئی لڑکیوں کی جنسی محرومیوں اور انکے لبوں

---

(۱) ڈاکٹر احساس بیگ کرشن چندر شخصیت اور فن ص-۲۰۰

پر آئی ہوئی شکایتوں کو بیان کیا ہے وہ ''ڈولی'' ہو فیتھ ہو یا ''نینی'' صرف ان کے نام مختلف ہیں۔ حسن عسکری کے یہاں ہندوستانی کردار کا پس منظر عورت کی نفسیات جذبات خواہشات کو پیش کرتا ہے۔ کچی عمر کی لڑکیوں کی مثال ''چائے کی پیالی'' ''اندھیرے کے پیچھے'' ''وہ تین'' میں نہ ہونے والی باتیں فرض کرکے ان پر حسین محلات بناتی رہتی ہیں۔ جنسی نا آسودگی کے نمونے ملتے ہیں جو مطالعہ نفسیات اور مشاہدہ دونوں کا نتیجہ ہیں۔ ''گٹھلیوں کے دام'' میں عسکری نے طوائف کے اندر جو روح ہے اس کو تلاش کیا ہے۔ بازار میں بدن بیچنا اس کا مقدر ہے۔

علامہ راشدی الخیری کے افسانے کا موضوع عورت کے مسائل اس کے ساتھ ہونے والی ناانصافیاں ہیں۔ عورتوں کے حقوق حاصل کرنے کیلئے انھوں نے باقاعدہ رسائل جاری کیئے۔ مثلاً ''تمدن'' ''بنات'' ''عصمت'' وغیرہ رسالوں میں انھوں نے عورتوں کے حقوق و فرائض، تعلیم و تربیت۔ مذہب، تہذیب و تمدن، کھانے پکانے کی ترکیبیں، سلیقہ مندی کی ضروریات، غرض ہر وہ موضوع جس کا تعلق عورت سے ہو سکتا تھا پیش کیا۔ راشدالخیری نے مظلوم عورت کی حمایت کی اور ظالم عورت پر تنقید بھی کی جیساکہ وہ کبھی نند اور کبھی بھاوج بنکر دوسری عورت پر ظلم کرتی ہے۔ عورتوں کے حقوق کی بات کرتے ہوئے راشدالخیری عورت کو اپنے فرائض بھی یاد کرواتے ہیں۔

''نئی دولہن'' کیا لڑکیوں کی پیدائش میں ماں کا قصور ہے ''نندکاشکار'' ''پریوں کی محفل'' وغیرہ افسانے اسکی مثال ہے۔

پریم چند کے افسانوں میں دیہی زندگی کے ہندو سماج کی عورت کا تصور ملتا ہے۔ پتی ورتا ہندوستانی عورت شوہر کی بے وفائی اور بد مزاجی برداشت کرتی ہے۔ ''وفا کی دیوی'' عورت کی روح شفاف ہے۔ بدی کے اندر نیکی کا وجود بتایا ہے۔

افسانہ نگاروں کی تعداد سینکڑوں رہی ہوگی لیکن یہاں صرف نمائندہ افسانہ نگاروں کا ذکر کیا ہے۔ منٹو، بیدی، کرشن چندر، عصمت کے معاصرین افسانہ نگار ہیں۔ لہٰذا موضوع کا انتخاب ذہنی وجذباتی رجحانات کا نقطہ نظر مشترک ہیں۔ مثلاً عورتوں کی تصویر نفسیات وجذبات عصمت اور منٹو کے یہاں یکساں ہیں۔ عصمت نے ''لحاف'' لکھ کر اور منٹو نے ''بو'' اور ''ٹھنڈا گوشت'' لکھ کر تہلکہ مچادیا۔

☆☆☆